بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور اسلامی ریاست

(بعض اعتراضات کا جائزہ)

سید جلال الدین عمری

اسلامی ریاست کا تصور نیا نہیں ہے۔ اس کا خاکہ قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اسلامی علوم کے ماہرین نے اپنے اپنے دور میں اس کی تفصیلات پیش کی ہیں۔ اصول و مبادی پر اتفاق کے باوجود بعض نکات پر ان کے درمیان اختلاف بھی رہا ہے اور دلائل کے ساتھ ان پر بحث و مباحثہ بھی ہوتا رہا ہے۔ یہ اس کا علمی پہلو ہے۔ عملی پہلو سے دنیا اسلامی ریاست کا کامیاب تجربہ کر چکی ہے اور اس کے برکات و ثمرات سے صدیوں فائدہ اٹھاتی رہی ہے لیکن اس کے باوجود موجودہ دور میں اسلامی ریاست کا نام لیا جاتا ہے تو مخالفین اس طرح چونک پڑتے ہیں جیسے خطرہ کی گھنٹی بج رہی ہے اور کوئی زبردست بھونچال آنے والا ہے جس سے نوع انسانی کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اعتراضات اور الزامات کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے کہ اسلام ایک جابرانہ اور کلیت پسندانہ نظام کا داعی ہے، وہ کسی دوسرے فکر اور طرز حیات کو برداشت نہیں کرتا، اس میں رواداری اور وسعت نظر نہیں ہے، وہ حریت فکر، آزادیٔ خیال اور اختلاف رائے کی اجازت نہیں دیتا، وہ جارحیت اور تشدد کا علمبردار ہے اور اپنے خیالات بزور پھیلانا چاہتا ہے، وہ عدل و انصاف کے معروف اصولوں کا پابند نہیں ہے، اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں، وہ قدامت پرستی کا علم بردار ہے اور اس میں دور جدید کے تقاضوں کی رعایت نہیں ہے، وہ تہذیب آرٹ اور فنونِ لطیفہ کا دشمن ہے اور معاشرہ کو ماضی کی طرف لے جاتا ہے۔

اسلام کے ان مخالفین کو حکومت و اقتدار اور ذرائع ابلاغ کی جدید ترین سہولتیں حاصل ہیں اور میڈیا کی زبردست قوت ان کے پاس ہے، اس کی مدد سے

ایک طرف تو اس نوع کے اعتراضات کے ذریعہ مسلسل یہ ثابت کرنے کی کوشش جاری ہے کہ اسلام کا تصور ریاست دور جدید کے لیے ناقابل قبول ہے اور دوسری طرف اسلامی ملکوں میں جہاں کہیں اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد ہو رہی ہے اسے ناکام بنانے کی بدترین سازشیں کی جاتی ہیں۔ اس کے لیے کسی بھی خفیہ اور علانیہ تدبیر اختیار کرنے اور اپنی سیاسی قوت کو استعمال کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا۔ اس وقت جمہوریت، حریت فکر، رواداری اور عدل وانصاف کے سارے تقاضے اس طرح فراموش کر دیئے جاتے ہیں، جیسے اسلام کے بھیانک نتائج سے دنیا کو بچانے کے لیے سب کچھ روا ہے۔

یہاں ان اعتراضات کے سلسلہ میں اسلام کے موقف کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس سے اسلامی ریاست، جس کی اس قدر مخالفت ہو رہی ہے، کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی اور اس کے بعض نمایاں خدوخال سامنے آسکیں گے۔

عدل وانصاف کا قیام

ظلم وزیادتی کی کوئی ایک شکل نہیں ہے۔ یہ سماجی، معاشرتی، معاشی، سیاسی ہر طرح کا ہوتا ہے۔ دنیا ان سب کا تجربہ کر چکی ہے اور کر رہی ہے۔ اسلام ہر نوع کے جور وظلم کے خلاف ہے۔ وہ اس کی کسی بھی حال میں اجازت نہیں دیتا اور اپنے ماننے والوں کو عدل وانصاف کا پابند بناتا ہے۔ وہ اس کی بنیاد پر پورے معاشرہ کی تعمیر چاہتا ہے۔ ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ	بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل کا
وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی	احسان کا اور قرابت داروں کا حق ادا
وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ	کرنے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے،
وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ	منکر سے اور ظلم وزیادتی سے۔ وہ تمہیں
(النحل: ۹۰)	نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

فرمایا:۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ	کہہ دو میرے رب نے عدل وقسط
(الاعراف: ۲۹)	کا حکم دیا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا :۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ	ناپ اور تول کو پورا کرو انصاف
بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا	کے ساتھ ہم کسی شخص پر اتنی ہی ذمہ داری
وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا	ڈالتے ہیں جتنی اس میں طاقت ہے
وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ...	اور جب کوئی بات کہو تو عدل و انصاف
(الانعام: ۱۵۲)	کے ساتھ کہو چاہے معاملہ قرابت دار ہی
	کا کیوں نہ ہو۔

اس میں اس بات کی تاکید ہے کہ عدل و انصاف کا دامن ہرگز نہ چھوڑا جائے، چاہے اس کی زد عزیزوں اور قرابت داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو۔ یہی بات ایک اور جگہ زیادہ وضاحت اور پورے زور اور قوت کے ساتھ کہی گئی ہے۔ حکم ہے :۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو عدل و قسط کو لے کر
كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ	کھڑے ہو جاؤ، اللہ کے لیے گواہی دینے
وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ	والے بنو چاہے اس کی زد تمہاری ذات
وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا	پر پڑے، یا والدین اور رشتہ داروں پر۔ اگر
اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا	صاحب معاملہ مالدار یا غریب ہے تو
تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا	اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ لہٰذا
وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ	تم خواہش کی اتباع نہ کرو کہ عدل سے پھر جاؤ اگر
كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ٥	تم زبان کو موڑ کر بات کرو یا اعراض کرو تو
(النساء: ۱۳۵)	اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ ظلم کو ختم کر کے عدل و انصاف قائم کرے۔ اسلام اپنے حدودِ اقتدار میں کسی بھی قسم کی ناانصافی، حق تلفی اور ظلم و جور کا روادار نہیں ہے۔ اس کا صاف حکم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا	بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ
الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ	امانتیں اہل امانت کو پہونچاؤ اور جب
بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا	لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف

بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ	کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی
بِهٖ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا	نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سننے
(النساء: ۵۸)	اور دیکھنے والا ہے۔

عدل وانصاف کے معاملہ میں اس کے نزدیک دوست اور دشمن کا فرق صحیح نہیں ہے وہ دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ بھی اس کی پابندی کو لازمی قرار دیتا ہے اور کسی حال میں اس سے انحراف کی اجازت نہیں دیتا۔ ارشاد ہے:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لیے
قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ	کھڑے ہونے والے اور انصاف کی گواہی
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى	دینے والے بن کر رہو۔ کسی قوم کی دشمنی
اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ	تمہیں اس قدر مشتعل نہ کردے کہ تم
لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ	انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہی بات
خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝	تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ
(المائدہ: ۸)	سے ڈرتے رہو بے شک اللہ جو کچھ
	تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

عدل وقسط کے قیام کے لیے وقت ضرورت طاقت کا استعمال بھی اسلام کی رو سے ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سورۂ حدید میں ارشاد ہے:۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ	ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیوں
وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ	کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب
الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ	اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل وقسط
بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ	پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا نازل کیا اس
فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ	میں سخت (سامانِ) جنگ ہے اور
لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ	لوگوں کے لیے (دوسرے) منافع بھی
يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ	ہیں تاکہ اللہ جان لے کہ کون اس کو دیکھے
اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝	بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد
(الحدید: ۲۵)	کرتا ہے۔ بے شک اللہ طاقت والا اور زبردست ہے۔

اس طرح اسلام ہر حال میں عدل و انصاف پر قائم رہنے کا حکم دیتا اور فرد اور ریاست دونوں کو اس کا پابند بناتا ہے۔ اس معاملہ میں اس کی ہدایات اتنی واضح ہیں کہ کوئی ہوش مند انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی فرد یا ریاست عدل کی راہ سے ہٹے تو یہ اسلام کی صریح خلاف ورزی ہوگی، اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔[۱]

اسلام کے لیے جبر کی اجازت نہیں

ایک اعتراض یہ ہے کہ اسلام کے مزاج میں جبر و تشدد ہے۔ وہ دوسروں کو بزور اپنے عقیدہ اور فکر کا پابند بنانا چاہتا ہے اور طاقت کے ذریعہ مخالف افکار و نظریات پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے اقتدار اور حکومت کو بزور اسلام پھیلانے کے لیے استعمال کیا ہے۔

اس دنیا میں بہت سے مذاہب، مختلف فلسفے اور افکار و نظریات رہے ہیں اور اب بھی پائے جاتے ہیں۔ ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ وہی سب سے بہتر اور برتر ہے۔ اسے اس کا حق حاصل ہے۔ اسلام کا بھی دعویٰ ہے کہ وہی واحد دین حق ہے۔ اسے وہ بزور طاقت نہیں بلکہ دعوت و تبلیغ کے ذریعہ عام کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے اس نے دلیل و برہان، وعظ و نصیحت اور بحث و گفتگو کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد ہے:

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ	دعوت دو اپنے رب کے راستے
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ	کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ	ذریعہ اور مباحثہ کرو ان سے اس طریقہ
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ	سے جو بہترین ہے۔ بے شک تمہارا رب
عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ	خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے
بِالْمُهْتَدِينَ ۝	بھٹک گیا ہے اور وہ ان لوگوں کو بھی
(النحل: ۱۲۵)	اچھی طرح جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔[۲]

۱۔ اس موضوع سے متعلق مزید حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ 'اسلام کمزور کی ظلم سے حفاظت کرتا ہے'، مطبوعہ سہ ماہی تحقیقات اسلامی۔ اپریل-جون ۱۹۸۲ء ۲۔ اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون 'حکمت دعوت'، مطبوعہ ماہنامہ زندگی نو نئی دہلی۔ اپریل، مئی، جولائی اور اگست ۱۹۸۶ء کے شمارے۔

جو نظریہ دلیل و برہان سے بات کرنا چاہے اور افہام و تفہیم کی راہ اختیار کرے اس پر جبر و اکراہ کا الزام مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان دونوں میں تضاد ہے۔ جب کسی نظریہ میں دوسروں کو مطمئن کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی تو وہ موقع ملنے پر جبر و تشدد پر اتر آتا ہے لیکن اسلام اس یقین اور اطمینان کے ساتھ ہمارے سامنے آتا ہے کہ دلیل کے میدان میں اسے شکست نہیں دی جا سکتی اس لیے جبر کو وہ خارج از بحث سمجھتا ہے۔ ارشاد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ	دین کے معاملے میں کوئی زور
تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ	زبردستی نہیں ہے۔ بے شک ہدایت
فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ	بالکل الگ ہو گئی ہے گمراہی سے۔ پس جو
بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ	شخص طاغوت سے کفر کرے اور اللہ
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ	پر ایمان لے آئے اس نے مضبوط رسی
لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اَللّٰهُ	پکڑ لی، جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔ اللہ
وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ	سب کچھ جاننے والا ہے۔ اللہ ان لوگوں
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ	کا ولی ہے جو ایمان لائے۔ وہ انھیں
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ	ظلمتوں سے نکال کر روشنی کی طرف
الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ	پہونچاتا ہے۔ جن لوگوں نے کفر کیا ان
النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ	کے اولیاء طاغوت ہیں۔ وہ انھیں
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا	نور سے ظلمتوں کی طرف لے جاتے ہیں
خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۵۶-۲۵۷)	یہ جہنم والے ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ایک اور جگہ فرمایا:۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا	بے شک ہم نے انسان کو راستہ دکھا دیا
شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا	ہے۔ اب وہ چاہے شکر گزار بنے
(الدہر: ۳)	یا ناشکرا (اور) کافر۔

سورۂ کہف میں ارشاد ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ	کہہ دو حق تمہارے رب کی طرف
شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ	سے (آچکا ہے) پس جو چاہے اس پر

فَلْيَكْفُرْ۔ ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے۔ (الکہف : ۲۹)

ان آیات میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حق آیا ہے وہ بالکل واضح ہے، جس کا جی چاہے قبول کرے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔ اس کے بعد اس اقرار و انکار کے انجام سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے تاکہ آدمی فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لے کہ وہ کس انجام کو پسند کرتا ہے۔

اسلام ایک دعوتی اور تبلیغی دین ہے۔ جبر و اکراہ اس کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ وہ اس نقطۂ نظر کا حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور نہیں پیدا کیا ہے بلکہ اختیار اور آزادی سے نوازا ہے، حالانکہ اللہ چاہتا تو ہر فرد بشر کو اپنا تابع فرمان بنائے رکھتا اور کسی میں اس کی نافرمانی کا یارا نہ ہوتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے پیغمبروں کے ذریعہ حق و باطل کو واضح کیا اور انسان کو پوری آزادی دی کہ ان میں سے جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اس آزادی کے صحیح استعمال پر ہی اس کی کامیابی کا انحصار ہے۔ اس کا غلط استعمال اس کو دنیا اور آخرت کی ناکامی سے دوچار کرے گا۔ یہ وہ زبردست مصلحت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں جبر نہیں رکھا ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام کے لیے جبر و تشدد کا طریقہ اپناتا ہے تو اس مصلحت خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس مضمون کی بعض آیات یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ (یونس : ۹۹)	اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں سب کے سب ایمان لے آتے (جب اس نے یہ نہیں چاہا) تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مومن ہو جائیں۔
وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ (یوسف : ۱۰۳)	اکثر لوگ، آپ کتنا ہی چاہیں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کا قانون اس طرح بیان ہوا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ	اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) وہ

وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (النحل : ۹۳)	جسے چاہتا ہے گم راہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم جو کچھ کر رہے تھے اس کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔

سورۂ شوریٰ میں یہی بات ان الفاظ میں کہی گئی ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ (الشوریٰ: ۸)	اگر اللہ چاہتا تو انھیں ایک امت بنا دیتا لیکن وہ تو جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے اس سے محروم کر دیتا ہے) ظالموں کا کوئی سرپرست اور مددگار نہ ہوگا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے داعی اعظم تھے۔ آپ کے قلب مبارک میں یہ بے پناہ خواہش موجزن تھی کہ اللہ کے سارے بندے اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو جائیں۔ ان آیات میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا ایسی بنائی ہے کہ یہاں فکر و عمل کا اختلاف لازماً رہے گا اور لوگوں کے طرز فکر اور طریقہ ہائے حیات جدا جدا ہوں گے، اس لیے آپ اپنی اس پاکیزہ خواہش کے باوجود، انسانوں کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو ختم کر کے، سب کو اللہ کے دین کا پابند نہیں بنا سکتے۔ آپ کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ حق واضح کر دیں۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم پر چلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ضلالت میں بھٹکنے چھوڑ دیتا ہے۔

اسلام کے ماننے یا نہ ماننے کے سلسلہ میں یہ اس قدر منطقی اور معقول موقف ہے کہ حریت فکر کا کوئی بھی علم بردار آسانی سے اسے چیلنج نہیں کرسکتا۔ اس کی فقہی اور قانونی حیثیت کو مشہور فقیہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس طرح واضح کیا ہے۔

(اسلامی ریاست میں) کسی ذمی یا مستامن کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی کو مجبور کیا گیا اور اس نے مجبوری کی حالت میں اسلام کا اظہار کیا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر مجبوری کے ختم ہونے کے بعد وہ اسلام پر ثابت قدم رہے تو اس کے اسلام کو معتبر سمجھا جائے گا۔ اگر اس سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو جائے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے

درحقیقت اسلام قبول نہیں کیا اور حالت کفر میں اس کی موت واقع ہوئی۔ جبر کے ذریعہ اسلام لانے کے بعد اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے یا اپنے دین کی طرف لوٹ جائے تو اسے نہ تو ارتداد کی سزا (قتل) دی جائے گی اور نہ اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا یہی امام احمد، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی رائے ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی آیت لا اکراہ فی الدین (البقرہ: ۲۵۶) ہے۔[1]

اس کے بعد کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اسلام کے لیے جبر واکراہ کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ اسلام کی طویل تاریخ میں اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ کسی نے یہ حرکت کی ہے، جس کا ثابت کرنا آسان نہیں ہے، یا آئندہ کسی سے یہ حرکت ہو تو کیا اسے قرآن کی سند حاصل ہوگی؟

اسلام اور دیگر مذاہب

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کا رویہ معاندانہ ہے۔ وہ اپنے مخالفین کے مذہبی جذبات کی رعایت نہیں کرتا اور ان کی قابل احترام شخصیتوں پر جارحانہ حملے کرتا ہے۔ اس کی تنقیدیں مذہبی دل آزاری کا سبب بنتی ہیں۔

یہ اعتراض بے بنیاد ہے۔ اسلام دین توحید ہے، اس نے شرک پر زبردست تنقید کی ہے اور اس کی کمزوریاں واضح کی ہیں۔ اس بنیاد پر مشرکین مکہ سے اس کی سخت کشمکش بھی رہی۔ ان حالات میں اس نے دو باتوں کا حکم دیا۔ ایک یہ کہ مشرکوں کے معبودوں کو، جنھیں وہ معبودان باطل سمجھتا ہے، برا بھلا نہ کہا جائے، اس لیے کہ اس کے ردعمل میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔ یہ بات سخت نازیبا ہے کہ ہماری کسی حرکت سے مخالف طیش میں آئے اور اللہ تعالیٰ کی شان میں زبان درازی شروع کردے۔ ارشاد ہے:۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ	یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ	ہیں تم انھیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ حد سے آگے
عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ	بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا

[1] ابن قدامہ: المغنی، ۸/۱۴۴

زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ	کہنے لگیں۔ اسی طرح ہم نے ہر گروہ کو
رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا	اس کا عمل خوش نما بنا دیا ہے۔ پھر انھیں
كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝	اپنے رب کے پاس لوٹنا ہے، وہ انھیں
(الانعام: ۱۰۸)	بتائے گا کہ وہ کیا کر رہے تھے۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ مخالفین کی طرف سے سب وشتم، لعن طعن اور تضحیک وتمسخر جاری ہے۔ اس کا جواب اسی زبان اور اسی لہجہ میں نہ دیا جائے، جواب ہو تو بطریق احسن ہو، گو تمہارے خلاف گندی زبان استعمال ہو رہی ہے لیکن تمہاری زبان ہر طرح کی آلائش سے پاک رہے، کسی کے اشتعال دلانے کی وجہ سے تہذیب و شائستگی کا دامن نہ چھوٹنے پائے اور حسن خلق سے دل جیتنے کی کوشش کی جائے۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا	یکساں نہیں ہے نیکی اور نہ بدی
السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ	تم بدی کو دفع کرو اس طریقہ سے جو
أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ	احسن ہو، پھر تم دیکھو گے کہ تمہارے
وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ	اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہے گویا
وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا	وہ جگری دوست ہے۔ یہ خوبی ان ہی
وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝	کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام
(فصلت: ۳۵)	اسی کو حاصل ہوتا ہے جو بڑے نصیبے والا ہے۔

وہ دین جو مخالفین کے معبودان باطل کو برا بھلا کہنے کی اجازت نہ دے اور جو کارِ دعوت کو اتنی بلند اخلاقی سطح سے انجام دینے کی تعلیم دے، جس سے زیادہ بلندی ممکن نہیں ہے، اس کے بارے میں یہ الزام کتنا عجیب سا ہے کہ وہ دوسروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا ہے۔

اہل کتاب کے ساتھ اسلام کا رویہ

قرآن مجید نے مشرکین کے ساتھ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ سے بھی براہ راست خطاب کیا۔ ان سے اسلام کا بنیادی عقائد میں بڑی حد تک اشتراک تھا۔ خدا، رسول اور آخرت کو وہ اصولی طور پر مانتے تھے، ان کے پاس آسمانی کتابیں تھیں، گو کہ ان میں بڑے

پیمانہ پر تحریف ہو چکی تھی۔ ان کے سلسلہ میں اسلام نے حسب ذیل رویہ اختیار کیا۔
دنیا میں جتنے پیغمبر آئے ان سب پر ایمان کو ضروری قرار دیا اور کہا کہ ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی صریح کفر ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ : ۲۸۵)	رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور اس کے ماننے والے بھی اس پر ایمان لائے ہیں۔ یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (النساء : ۱۵۰-۱۵۱)	بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور کفر و ایمان کے بیچ میں راستہ نکالنا چاہتے ہیں تو یہی لوگ پکے کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (اس کے برعکس) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے اور ان کے درمیان تفریق نہیں کی وہ ان کو ان کا اجر ضرور دے گا اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

اسلام نے صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبروں پر ایمان کو لازمی قرار دیا بلکہ ان کے پیغام، ان کی دعوت، اس راہ میں ان کی جدوجہد اور قربانی اور انسانوں کے ساتھ ان کی محبت اور ہمدردی کو تفصیل سے پیش کیا۔ ان کی سیرت پر بہت سے داغ دھبے مخالفین نے اور بعض اوقات ان کے ماننے والوں اور ان سے عقیدت کا دم بھرنے والوں نے ڈال رکھے تھے، اس نے ان کا ازالہ کیا اور ان کی پاکیزہ سیرت اور درخشاں کردار کو واضح کیا۔ ان کی نیکی اور تقویٰ کی گواہی دی اور اہلِ ایمان کو ان کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کا حکم دیا۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ۝ (الانعام: ۹۰)	یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہِ ہدایت دکھائی ہے۔ آپ ان کی راہ کی پیروی کیجئے۔

اسی طرح اس نے ان تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کی جو مختلف ادوار میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی رہی ہیں۔ ان پر ایمان اور یقین کو عقیدہ کا جزو قرار دیا۔ اسلام کے ماننے والے کسی شخص کا عقیدہ اس وقت تک معتبر نہ ہوگا جب تک کہ وہ سلسلۂ وحی و رسالت اور آسمانی کتابوں کی تصدیق نہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ (النساء: ۱۳۶)	اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور ہر اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی۔ جو شخص انکار کرتا ہے اللہ کا، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا تو وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

قرآن مجید کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس زمین پر جتنے پیغمبر آئے اور جتنی کتابیں نازل ہوئیں سب نے توحید کی تعلیم دی، شرک کی تردید کی اور غیر اللہ کی عبادت واطاعت سے منع کیا۔ اس بنیاد پر اس نے اہل کتاب سے کہا کہ توحید تمہارے اور ہمارے

درمیان مشترک کلمہ ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اس پر عمل کریں اور اس کے تقاضے پورے کریں۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○ (آل عمران: ۶۴)

اے پیغمبر کہو۔ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مشترک) ہے وہ یہ کہ ہم بندگی نہیں کریں گے مگر صرف اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم (اللہ کی اطاعت کرنے والے) ہیں۔

قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اگر خدا ہے اور اس کی طرف سے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری رہا ہے تو اسلام کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ وہ اس سلسلہ کی آخری کڑی اور اس ہدایت و راہنمائی کی تکمیل ہے جو ہمیشہ سے نوع انسانی کو پیغمبروں کے ذریعہ ملتی رہی ہے۔ اس کے ساتھ اسلام نے اہل کتاب کی تحریفات کی نشاندہی کی، حق و باطل کو الگ کر کے دکھایا، توحید، رسالت اور آخرت کا صاف اور بے آمیز تصور پیش کیا، ان کی دنیا داری پر تنقید کی، ان کے نیک اور صالح افراد کی تعریف کی۔ ان تمام مسائل پر بطریق احسن گفتگو کا حکم دیا:۔

وَلَا تُجَٰدِلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنْهُمْ ۖ وَقُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱلَّذِىٓ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَٰحِدٌ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ○ (عنکبوت: ۴۶)

اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر اس طریقہ سے جو بہتر ہے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم اور بے انصاف ہیں اور کہو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کی ہے اور جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے مطیع و فرماں بردار ہیں۔

مذاہب کے بارے میں کیا اس سے زیادہ سنجیدہ اور معقول رویہ کا تصور کیا جا سکتا ہے؟